بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نظرات

رمضان المبارک اور عید الفطر عید پر ہر سال رویتِ ہلال کے معاملہ میں جو گڑبڑی ہوتی ہے اس کا افسوسناک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک شہر میں عید کسی دن ہوتی ہے اور دوسرے شہر میں کسی اور دن، ایک مقام پر لوگ روزہ رکھتے ہیں اور دوسری جگہ افطار کرتے ہیں۔ ایک جگہ عرفہ ہوتا ہے، دوسری جگہ قربانی۔ گویا ایک جگہ روزہ رکھنا زیادہ سے زیادہ باعثِ اجر و ثواب ہے اور دوسری جگہ مکروہ تحریمی بلکہ حرام پہلے زمانہ میں جبکہ آمد و رفت اور خبر رسانی کے وسائل و ذرائع اتنے موثر، تیز اور عالمگیر نہیں تھے جتنے کہ اب ہیں، یہ اختلاف کچھ زیادہ محسوس نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اسی بنا پر ہمارے فقہاء نے شہادت کے بارہ میں جو احتیاطیں کی تھیں وہ بالکل بجا اور درست تھیں، قاضی یا مفتی کے روبرو گواہوں کا خود حاضر ہو کر چاند دیکھنے کی گواہی دینا، صرف تار کے ذریعہ ثبوت کو ناقابلِ اعتبار قرار دینا، یا محض اطلاعی خطوط کا "الخط یشبہ الخط" (ایک خط دوسرے خط کے مشابہ ہوتا یا ہو سکتا ہے) کی بنا پر مستقل ثبوت کی حیثیت سے اعتبار نہ کرنا یہ سب اسی سلسلہ کی چیزیں ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ انھوں نے یہ بھی اعلان کر دیا تھا

من لم یکن عالماً باھل زمانہ فھو جاھل (امام ابویوسفؒ)	جو اپنے زمانہ اور اہلِ زمانہ کی ضرورتوں سے ناآشنا ہے وہ عالم نہیں، علم سے بے خبر ہے۔

فقہاء کا متفقہ فیصلہ ہے۔

انّ کثیراً من الاحکام تغیرت لتغیر الازمان۔	کتنے ہی احکام حالات اور زمانہ کی تبدیلی سے بدل گئے ہیں۔

مشہور فقیہ زین الدین ابن نجیم (صاحب بحر الرائق) اب سے چار سو سال پہلے خاص رویتِ ہلال کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

"مطلع صاف ہونے کی صورت میں گروہ اندر گروہ کی شہادت کا مسئلہ اگرچہ ظاہر الروایۃ ہے لیکن ہمارے زمانے میں اس روایت پر عمل ہونا چاہیے جو حسن بن زیاد نے امام ابی حنیفہؒ سے کی ہے یعنی ایسی صورت میں بھی صرف دو گواہوں کی گواہی کا اعتبار کر لینا چاہیے کان الناس تکاسلت عن ترائی الاھلۃ (کیونکہ لوگ چاند

دیکھنے کے باب میں سست و سرد ہو چکے ہیں اُن کے دلوں میں اس کے لئے کوئی جذبۂ بے تاب نہیں ہے)۔

پھر یہ سب کچھ اس زمانے کے لئے تو درست تھا جبکہ ایک شہر کا خط دوسرے شہر میں ہفتوں اور مہینوں میں پہنچتا تھا۔ اور ایک شہر دوسرے شہر سے الگ تھلگ گویا ایک نئی دنیا تھا لیکن آج سائنس کی غیر معمولی ترقی نے تمام دنیا کو گویا ایک آبادی اور ایک شہر بنا دیا ہے۔ جرمنی اور انگلینڈ کی خبریں دنوں اور گھنٹوں کا کیا ذکر، منٹوں اور سیکنڈوں میں ہندوستان پہنچتی ہیں اور یہاں کا ایک شخص سات آٹھ ہزار میل کی مسافت درمیان میں ہونے کے باوصف دوسرے ملک کے لوگوں سے بے تکلف بات چیت کر سکتا ہے۔

جب تک معاملہ صرف ڈاک کے خطوط اور تار تک محدود تھا اس کی نوعیت دوسری تھی اور وہ الخط یشبہ الخط کی اصل کے ماتحت داخل ہو کر ناقابل اعتماد و اعتبار قرار پا سکتا تھا لیکن آج صورتِ حال نے اس درجہ ترقی کی ہے کہ ہمارا ایک دوست جس کی آواز سے ہم اچھی طرح مانوس و متعارف ہیں برلن یا لندن سے ایک تقریر براڈ کاسٹ کرتا ہے اور ہم بلا کسی شبہ اور تردد و تذبذب کے پہچان لیتے ہیں کہ یہ وہی ہمارا دوست ہے جو بول رہا ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ ظاہر ہے خبر رسانی کی یہ ترقی یافتہ اور ایک بڑی حد تک قطعی صورت محض خط اور تار کی صورت سے مختلف ہے اور اس بنا پر رویتِ ہلال سے متعلق ثبوت کے مسئلہ پر از سرِ نو غور و خوص کی دعوت دیتی ہے۔

ابھی گذشتہ بقر عید کے موقع پر خاص دہلی اور اس کے اطراف و اکناف میں جو صورت پیش آئی اس پر کوئی باہوش اور سنجیدہ مسلمان حسرت و افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ عید الضحیٰ پر شہادتیں فراہم کرنے کے لئے کافی طویل فرصت ملتی ہے لیکن اس کے باوجود یہاں ہوا یہ کہ دہلی کے مفتیانِ کرام کی وہ باضابطہ کمیٹی جو رویتِ ہلال سے متعلق شہادتیں لیکر ایک قطعی اعلان کرتی ہے اور تمام مسلمان اسی کے فیصلہ پر عمل کرتے ہیں کامل آٹھ روز تک شہادتوں کا انتظار کرتی رہی اور جب اس کو کوئی معتبر شہادت نہیں ملی تو اس نے اعلان کر دیا کہ چاند ۳۰ کا ہوا ہے اور اس حساب سے عشرہ ۹ ردسمبر کو ہوگا۔ لطف یہ ہے کہ دہلی میں یہ ہوا اور اس سے تقریباً سو سوا سو میل کی مسافت پر سہارنپور، رڑکی، اور دیوبند وغیرہ میں عید کی نماز ۸ ردسمبر کو ادا کی گئی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس اہم دینی معاملہ میں دہلی کی اس کمیٹی نے جو تغافل برتا ہے اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ ورنہ آٹھ دن کی فرصت میں کمیٹی کے لئے یہ بہت آسان تھا کہ وہ آس پاس کے شہروں سے معتبر شہادتیں فراہم کرتی اور ان قریبی شہروں میں ہی جو یہ افسوسناک اختلاف رونما ہوا اسے رونما نہ ہونے دیتی۔

بہر حال ہماری گذارش کا مقصد سر دست کوئی فتویٰ دینا نہیں ہے بلکہ صرف علمار کرام کو ادھر متوجہ کرنا ہے

کہ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے موجودہ زمانہ میں پاس پاس کے شہروں کا اس طرح خود عید وغیرہ کے معاملہ میں مختلف رہنا حد درجہ افسوسناک ہے۔ اس طرح خود ہم میں انتشار اور تشتت پیدا ہوتا ہے اور دوسری قوموں کو بھی ہم پر ہنسنے کا موقع ملتا ہے۔ علمائے کرام کا یہ فرض ہے کہ وہ ایک جگہ مجتمع ہو کر اس مسئلہ کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ کریں اور آئندہ کے لئے اس نوع کی ابتری کا بالکل سدباب کر دیں۔

اس سلسلہ میں جو امور تنقیح طلب ہیں اور جن پر ہمیں غور و خوض کر کے کسی قطعی نتیجہ تک پہنچنا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) کیا رویتِ ہلال کی شہادت کا حال معاملات و خصومات میں شہادت کا سا ہے یا اس سے کچھ مختلف ہے۔

اس تنقیح پر غور کرتے وقت دو چیزیں ذہن میں رہنی ضروری ہیں ایک یہ کہ اول تو فقہاء نے خود رمضان المبارک اور عید میں اس اعتبار سے فرق کیا ہے کہ رمضان میں ایک شخص کی شہادت کا بھی اعتبار کر لیا جاتا ہے اور عید کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ پھر بحر الرائق وغیرہ میں تصریح ہے کہ اگر خارج بلد سے کوئی ایک شخص آئے اور شہادت دے تو مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی اس کا اعتبار کر لینا چاہئے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ فقہاء کی تصریح کے مطابق محض شہادت ہی ضروری نہیں ہے بلکہ اگر عام شہرت کی وجہ سے چاند کے ہونے کا ظن غالب پیدا ہو جائے تو اس پر بھی رویتِ ہلال کا حکم دیا جا سکتا ہے۔

(۲) ریڈیو وغیرہ کی خبریں رویتِ ہلال کے معاملہ میں قابلِ اعتبار ہیں یا نہیں۔ اگر غیر معتبر ہیں تو کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ معمولی اصلاح کے بعد ان کا اعتبار کیا جا سکے۔

(۳) اختلافِ مطالع معتبر ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو پھر کوئی بات ہی نہیں۔ لیکن اگر معتبر ہے تو اس کی تعیین و تحدید ہونی چاہئے اور کم از کم ہندوستان میں اس کے حدود متعین کر دینے چاہئیں۔

بہت ہی اجمال کے ساتھ یہ چند باتیں عرض کی گئی ہیں۔ مسئلہ کے بہت سے گوشے تفصیل طلب ہیں اور ضرورت کے وقت انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تفصیل پیش کی جائے گی۔

ریڈیو سے اعلانِ رویت کے سلسلہ میں ہماری اسلامی ریاست حیدرآباد نے جو قدم اٹھایا ہے وہ ضروری اصلاحات کے بعد ہمارے لئے شمعِ راہ کا کام دے سکتا ہے۔